☆ محمد اکبر ملک

قائداعظم محمد علی جناح اور
نواب بہاولپور کے روابط کا تاریخی جائزہ

برصغیر پاک و ہند کی ریاستوں میں ریاست بہاولپور اپنے تاریخی پس منظر اور جغرافیائی اہمیت کے لحاظ سے منفرد مقام کی حامل رہی ہے۔ مشہور ماہر آثار قدیمہ ڈاکٹر رفیق مغل کے تحقیقی جائزے کے مطابق "ماقبل تاریخی آبادیوں کے جتنے آثار اس ڈویژن بہاولپور میں ملتے ہیں وہ کسی دوسرے پاکستانی علاقے میں نہیں پائے جاتے۔"(۱) پتن منارہ، سوئی وہار، ماؤ مبارک، اُوچ شریف کے کھنڈرات اور سکندر اعظم کا اُوچ پہنچنا بھی اس بات کے شواہد ہیں کہ یہ علاقہ زمانہ قدیم میں بھی تہذیب یافتہ اور متمدن تھا۔ اس کے علاوہ بہاولپور کے صحرا (چولستان) میں گم شدہ دریا، جسے مختلف علاقوں میں سرسوتی، گھاگرہ، ہاکڑہ اور نارہ کے نام سے پکارا جاتا تھا کے آثار موجود ہیں۔ محمد بن قاسم کے حملے کے بعد یہ علاقہ اسلامی حکومت اور تمدن کے زیر اثر آیا۔ مسلم فاتحین محمود غزنوی (۹۹۸ء-۱۰۳۰ء) اور شہاب الدین غوری (۱۱۷۵ء - ۱۲۰۶ء) بھی ان علاقوں کو فتح کرتے ہوئے علی الترتیب سومنات اور دہلی تک پہنچے۔ بارھویں اور تیرھویں صدی عیسوی کے سلاطین ہند کے دور میں اُوچ کو ہندوستان میں علم و عرفان کے پہلے مرکز کی حیثیت رہی ہے۔ مغل بادشاہوں میں نصیر الدین ہمایوں (۱۵۳۰ء-۱۵۵۶ء) نے شیر شاہ سوری (۱۵۴۰-۱۵۴۵ء) سے شکست کے بعد راہ فرار اختیار کی اور دریائے ہاکڑہ کے راستے سندھ کا رخ کیا (۲)۔ لہذا یہ علاقہ برصغیر کی تاریخ کے ہر دور میں حکمرانوں کی آماجگاہ رہا ہے۔ مغلوں کے دور انحطاط میں برصغیر ایک مرتبہ پھر بہت سی آزاد و خود مختار ریاستوں میں بدل گیا تھا۔ ریاست بہاولپور کے حکمرانوں کے آبا و اجداد بھی زیریں و بالائی سی آزاد و خود مختار ریاستوں میں بدل گیا تھا۔

☆ لیکچرار: شعبہ تاریخ و مطالعہ پاکستان اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

ریاست بہاولپور کے حکمرانوں کے آباواجداد بھی زیریں وبالائی سندھ کی افراتفری کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس علاقے پر قابض ہوگئے۔اس سے قبل اس خاندان کے سربراہ خلفائے بغداد کے خاندان سے ہونے کی بدولت (حکمران میں میاں ادھانہ اور سندھ میں میاں آدم شاہ) مذہبی پیشوا کی حیثیت رکھتے تھے۔اکبر اعظم (۱۵۵۶ء-۱۶۰۵ء) کے بیٹے مراد (۱۵۷۰-۱۵۹۹ء) نے ۱۵۸۳ء میں اس خاندان کے ایک امیر غنی المعروف چنی خان کو ملتان میں پنج ہزاری کا منصب دیکر اس خاندان کی حکمرانی کی بنیاد رکھی۔(۳) امیر غنی کے بعد یہ خاندان دو حصوں میں بٹ گیا اُن میں سے ایک نے کلہوڑوں کے نام سے (۱۷۰۰ء-۱۷۸۴ء) تک سندھ پر اور دوسرے نے داوٗد پوترہ کے لقب سے ریاست بہاولپور (۱۷۲۷-۱۹۵۵ء) کی بنیاد رکھی۔کلہوڑوں اور داوٗد پوتروں کی باہمی چپقلش کی بدولت امیر صادق محمد اول (۱۷۲۶ء-۱۷۴۵ء) کو شکار پور چھوڑنا پڑا اور اس طرح ان کی اُوچ آمد اور مخادیم بخاری و گیلانی کے ایماء پر گورنر ملتان سے چودری کا علاقہ بطور جاگیر حاصل کیا اور ریاست بہاولپور کی بنیاد رکھی۔

برطانوی ہندوستان میں بہاولپور مسلمانوں کی دوسری بڑی ریاست تھی جبکہ پاکستان میں شامل ہونے والی سب سے بڑی ریاست تھی ۱۹۴۷ء میں اسکی آبادی پندرہ لاکھ تھی جس میں ۸۱.۹۳ فی صد آبادی مسلمان تھی۔اس کا رقبہ بیس ہزار مربع میل تھا جس میں سے ۶۰۰۷ مربع میل قابل کاشت تھا بقیہ حصہ چولستان پر مشتمل ہے۔(۶) انگریزوں نے دوستی کے مختلف معاہدات کے تحت اس ریاست کی جغرافیائی اور فوجی حیثیت سے خوب فائدہ اُٹھایا اور اسے ایک فوجی رسدگاہ کے طور پر استعمال کیا مثلاً ۱۸۳۷ء میں افغانستان کی پہلی مہم کیلئے‘ ۱۸۴۳ء فتح سندھ کیلئے‘ ۱۸۴۸ء ملتان کی فتح کیلئے‘ ۱۸۷۹ء افغانستان کی دوسری جنگ کیلئے‘ جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) اور دوسری جنگ عظیم (1929-۱۹۴۵ء) میں ریاست سے فوجی امداد کے علاوہ ریاست کے تمام وسائل سے بھی خوب فائدہ اُٹھایا۔اس جنگ میں حکمران‘ رعایا اور ملازمین کی طرف سے ایک کروڑ روپے سے بھی زائد کی مالی امداد فراہم کی گئی (۵)۔جنگ عظیم دوم کے دوران نواب نے حکومت ہند کی درخواست پر مشرق وسطیٰ کے عرب ممالک بالخصوص ایران‘ عراق‘ لبنان‘ شام‘ فلسطین اور مصر کے عمائدین سے ملاقاتیں کیں اور مختلف محاذوں پر ہندوستانی افواج کی حوصلہ افزائی کی۔نواب صادق محمد کی صلاحیتوں کے انگریز حکام ہی معترف نہ تھے بلکہ پنجاب کی دوسری ریاستوں کے حکمران بھی آپکا بے حد احترام کرتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ

۱۹۴۶ء میں آپ کو پنجاب اسٹیٹس کونسلز کا صدر منتخب کیا گیا-(۶)

جہاں تک ریاست کے ذرائع آمدنی کا تعلق ہے- یہ ریاست اپنی کم آبادی اور معقول اخراجات کی بدولت خوشحال رہی ہے- لیکن ریاست کے آبپاشی کے منصوبے ستلج ویلی پراجیکٹ (۱۹۲۲ء - ۱۹۳۳ء) کے مکمل ہونے پر ریاستی ذرائع آمدنی میں بہت اضافہ ہوا- ۴۶-۱۹۴۵ء کی ایڈمنسٹریشن رپورٹ جو مارچ ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی کے مطابق ریاست کی سالانہ آمدنی ۷۰۹‘۳۷‘۱۲‘۴ روپے تھے- جبکہ اس سال کے اخراجات ۷۹‘۱۵‘۴۲‘۳ روپے تھے اس طرح اس سال کی بچت ۲۸‘۷۵۸‘۰۷ روپے تھی-(۷)-ریاست کی مالی خوشحالی کے پیش نظر حکومت پاکستان میں بھی الحاق کے بعد ریاست سے دفاع کے ضمن میں ایک کروڑ روپیہ سالانہ وصول کیا جاتا رہا اور سرحدی پولیس کے ۱۵ لاکھ روپے سالانہ کا بوجھ بھی ریاست پر ڈالا گیا-(۸)

ریاست کی بہتر مالی حالت الحاق پاکستان کے بعد بھی کئی سالوں تک رہی- جیسا کہ نیاز محمد خاں نے پاکستان میں شامل ہونے والے مختلف یونٹوں اور ڈویژنوں کی آمدنی واخراجات کے گوشوارے پیش کیے ہیں جس کے مطابق ۵۶-۱۹۵۵ء میں بھی بہاولپور ڈویژن کی سالانہ آمدنی سات کروڑ اور اخراجات ۵.۹۶ کروڑ تھے"(۹)-

ریاست بہاولپور کے آخری تاجدار نواب سر صادق محمد خاں خامس‘نواب بہاولپور خاں خامس (۱۹۰۳-۱۹۰۷ء) کی واحد نرینہ اولاد تھے- آپ کی ولادت ۱۹۰۴ء میں ہوئی ۱۹۰۷ء میں والد کی اچانک وفات کی بنا پر ریاست کے امیر قرار پائے- آپ نے ابتدائی تعلیم لاہور کے ایچیسن کالج میں حاصل کی- انتظامی و فوجی تربیت کیلئے ابتدا میں کوئٹہ اور بعد میں انگلستان تشریف لے گئے- تربیت مکمل ہونے پر ۱۹۲۴ء میں ریاست کا مکمل اقتدار آپ کے سپرد کر دیا گیا- نواب صادق محمد نے اپنے عہد حکومت میں بے شمار انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا- آپ جب بر سر اقتدار آئے تو ریاست ستلج ویلی پراجیکٹ کے سلسلے میں حکومت ہند کی بارہ کروڑ روپے کی خطیر رقم کی مقروض تھی اس بارِ گراں کو آپ نے اپنے حُسن تدبر سے اُتارا- دوسری جنگ عظیم کے شروع ہونے کی بنا پر نواب نے ایک بار پھر انگریزوں کی امداد کیلئے افواج بہاولپور کے علاوہ ریاست کے تمام وسائل بھی پیش کر دیئے- غرضیکہ نواب صادق محمد جنگ وامن دونوں حالتوں میں ایسے سوشل ورکر تھے جو اپنی تمام تر صلاحیتیں اور وسائل‘ قلبی

جذبے کے ساتھ خدمت خلق کیلئے بروئے کار لاتے رہے۔ آپ کی شخصیت ہمہ گیر خوبیوں کی حامل تھی۔ عدل پسندی، رعایا پروری، فیاضی، علم نوازی، حتی کہ دکھی انسانیت کی خدمت کا جذبہ اس حد تک موجود تھا کہ اس میں وہ اپنے آرام و آسائش کی بھی پروانہ کرتے تھے۔ انہی خوبیوں کی بدولت رعایا ان سے بہت محبت کرتی تھی۔ کمشنر بہاولپور سید ہاشم رضا (۱۹۵۶ء-۱۹۵۷ء) کا یہ تاریخی جملہ نواب صادق محمد کی زندگی کی تفسیر نظر آتا ہے کہ "وہ فرمانرواؤں میں انسان تھے اور انسانوں میں فرمانروا۔"(۱۰)

نواب صادق محمد ہندوستان کی سیاست پر گہری نظر رکھتے تھے اور اُس دور کے سیاسی رہنماؤں سے بھی انکے ذاتی مراسم تھے۔ جن قائدین سے آپکا تعلق تھا ان میں سب سے نمایاں نام قائداعظم محمد علی جناح کا تھا۔ یہ دوستی یک طرفہ نہ تھی خود قائداعظم بھی اس تعلق کے معترف تھے۔ ان دو عظیم شخصیات کی دوستی کی ابتدا ریاست کے آبپاشی کے منصوبے ستلج ویلی پراجیکٹ کے سلسلے میں ہوئی۔ کیونکہ حکومت ہند سے قرضہ کی شرائط طے کرنے کیلئے کسی ماہر قانون سے قانونی مشورے کی ضرورت تھی لہذا اس سلسلے میں برصغیر کے مشہور ماہر قانون محمد علی جناح سے رابطہ کیا گیا۔ اس دوران ۱۹۲۸ء میں سر سکندر حیات خاں (۱۸۹۲ء-۱۹۴۲ء) ریاست بہاولپور کے وزیراعظم مقرر ہوئے۔ ان کے وزارت عظمی کے ابتدائی دور میں پہلا بڑا معاملہ آبپاشی کے منصوبے ستلج ویلی پراجیکٹ کے قرض کی واپسی سے متعلق تھا۔ کیونکہ ریاست کی مالی حالت بہتر نہ تھی اور انگریز حکومت کا دباؤ بھی بڑھ رہا تھا۔ جبکہ ہوم منسٹر مولوی غلام حسین (۱۸۶۲ء-۱۹۴۹ء) ریاست میں ریلوے لائن کی تعمیر کیلئے انگریزوں کو دی جانے والی اراضی کی رقم کا مطالبہ کرنا چاہتے تھے۔ اس صورت حال سے سر سکندر حیات نے انگریز حکومت کو مطلع کر دیا اور اس طرح انگریز حکومت قرضے کی رقم کے عوض ریاست کی کچھ اراضی ضبط کرنے کے بارے میں سوچنے لگی۔ ریاست کے بہی خواہ کی حیثیت سے ہوم منسٹر نے وزیراعظم کی مخالفت شروع کر دی جس کے نتیجے کے طور پر نواب بہاولپور انگریزوں کی ایماء پر مقرر کردہ وزیراعظم کو ان کے منصب سے علیحدہ کرنے کے بارے میں سوچنے لگے۔ اس سلسلے میں انہوں نے قائداعظم سے جو ان دنوں ریاست کے قانونی مشیر تھے، اپنے پرائیویٹ سیکرٹری میجر شمس الدین (۱۹۲۲ء-۱۹۴۹ء) کے ذریعے رابطہ کیا۔ قائداعظم نے جواباً کہا "جس آفیسر کی تقرری کا آپ کو اختیار ہے اسے آپ برخاست بھی کر سکتے ہیں، نیز اس سلسلے میں جو قدم اُٹھانا چاہتے ہیں۔ فوراً اُٹھائیں"(۱۱)

نواب بہاولپور نے قائداعظم کی ہدایت کے مطابق ۲۰ اگست ۱۹۲۸ء کو وزیراعظم سکندر حیات کو برطرف کر دیا- انسائیکلوپیڈیا آف قائداعظم کے مطابق "امیر آف بہاولپور نے ۱۹۳۰ء میں قائداعظم محمد علی جناح کو اپنی ریاست کا قانونی مشیر مقرر کیا" (۱۲) جبکہ وزیراعظم بہاولپور کی برطرفی کا واقعہ اس سے قبل اگست ۱۹۲۸ء میں پیش آیا تھا- ریاست کی کسی سرکاری دستاویز سے بھی اس بات کی تصدیق نہیں ہوتی کہ قائداعظم کو باقاعدہ طور پر کب ریاست کا قانونی مشیر مقرر کیا گیا تھا- واقعی اگر قائداعظم نے ریاست کا قانونی مشیر بننا قبول کیا تو یہ غیر سرکاری طور پر نواب بہاولپور سے تعلق خاص کی بنا پر ہوگا اور یہ عہدہ قائداعظم نے ۱۹۲۸ء سے پہلے قبول کیا ہوگا- نہ کہ ۱۹۳۰ء میں-

برصغیر کی تحریک آزادی کے سلسلے میں نواب بہاولپور کا کوئی سیاسی بیان نظر سے نہیں گزرا لیکن اس دور کے سیاسی زعماء بالخصوص قائداعظم سے ان کا قریبی رابطہ تھا اور وہ ان کی تمام سیاسی مصروفیات سے آگاہ رہتے تھے- جب قائداعظم کی لندن روانگی کی اطلاع نواب کو موصول ہوئی تو آپ نے اپنے ملٹری سیکریٹری بریگیڈیئر نذیر علی شاہ (وفات ۱۹۸۴ء) کو کراچی جانے کا حکم دیا جس میں قائداعظم کیلئے خصوصی مراسلہ 'درسی کتب کے سائز جتنا کرنسی نوٹوں کا سربمہر ایک ہنڈل اور قرآن کریم کا نادر طلائی نسخہ بھی ہمراہ بھیجا- نذیر علی شاہ نے قائداعظم سے ملاقات کی اور کہا "میرے آقا نے قرآن مجید کا یہ نسخہ بطور قرآن وسیلہ دلی عقیدت کے ساتھ بھیجا ہے' قائداعظم نے جواباً کہا بڑی مہربانی' بڑی مہربانی فرمائی-" (۱۳) نذیر علی شاہ کے اس مضمون میں قائداعظم سے ملاقات کی کوئی تاریخ درج نہیں ہے لیکن اس مضمون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تحریک پاکستان کے آخری دور سے متعلق ہے- جبکہ قائداعظم کی طرف سے نواب بہاولپور کیلئے شکریے کا خط ۳۰ نومبر ۱۹۴۱ء کے حوالے سے ملتا ہے اس خط کا نفس مضمون کچھ اس طرح ہے "عزت مآب نواب آف بہاولپور' میری لندن روانگی کے موقع پر آپ نے جس شفقت اور نیک تمناؤں کا اظہار فرمایا میں اس کیلئے آپ کا بے حد شکر گزار ہوں- قرآن مجید کا نسخہ بھجوانے پر میں جناب والا کا بے حد ممنون ہوں- مزید تفصیلی گفتگو وقت ملاقات ہوگی- بہت آداب کے ساتھ - محمد علی جناح" (۱۴)

ان دو شخصیات کی پہلی باضابطہ ملاقات کا ذکر ۱۹۴۵ء میں ملتا ہے- یہ ملاقات دہلی میں نواب صادق محمد کی رہائش گاہ واقعہ ۱۰ اورنگ زیب روڈ پر ہوئی- نواب بہاولپور جنگ عظیم دوم کے جشن فتح کی

تقریبات کے سلسلے میں ۱۹۴۵ء میں حکومت کی دعوت پر دہلی آئے ہوئے تھے۔(۱۵) جہاں قائداعظم نے رسمی گفتگو کے بعد تحریک آزادی ہند کے بارے میں تفصیلاً تبادلہ خیال کیا۔ دوسری ملاقات اسی سال کے آخر میں ہوئی جب نواب صادق محمد گنگزوے ریلوے اسٹیشن دہلی پر اپنے سیلون میں قیام فرما تھے۔ایک روز انہوں نے سیکریٹری سیاسیات شیخ حفیظ اللہ سے کہا کہ "وہ قائداعظم کے پاس جائیں اور ان سے درخواست کریں کہ وہ سیلون میں آنے کی زحمت گوارا فرمائیں کیونکہ میری نازک پوزیشن ان کے سامنے ہے۔ قائداعظم شام کو چائے پر تشریف لائے اور سیلون میں اعلیٰ حضرت سے دو گھنٹے تنہا گفتگو کرتے رہے۔"(۱۶)

اس ملاقات کے بعد انہوں نے اپنے ملٹری سیکرٹری سعید ہاشمی (جو اس وقت گفتگو میں موجود نہیں تھے) سے کہا "تم نے آج ایک بہت اچھا موقع ضائع کر دیا قائداعظم سے آج میں نے بہت کچھ سیکھا، پاکستان سے لیکر بین الاقوامی مسائل تک اُن سے بڑی تفصیلی گفتگو ہوئی، البتہ قائداعظم کو دفاع اور کشمیر کی نازک دفاعی پوزیشن سے متعلق زیادہ معلومات نہ تھیں اس سلسلے میں ان سے استفادہ نہ ہو سکا"(۱۷) نواب کا (قائداعظم سے ملاقات کا) یہ اقدام اس دور میں بڑا جراٗتمندانہ تھا کیونکہ انگریز حکومت سیاسی رہنماؤں کے ساتھ ریاستوں کے حکمرانوں کے میل جول کو اچھی نظر سے نہ دیکھتی تھی۔

قیام پاکستان کے سلسلے میں ابتدائی ضروریات کیلئے پہلی امداد نواب بہاولپور کی طرف سے اپنے دوست و مہربان کی خدمت میں ۱۹۴۵ء کو لندن میں پیش کی گئی۔ یہ امدادی چیک جو باون ہزار پونڈ پر مشتمل تھا(۱۸) نواب بہاولپور کو جنگ عظیم دوم کے شریک ممالک کے نقصانات کے سلسلے میں ملا تھا، اسے آپ نے لندن میں ہی قائداعظم کی خدمت میں پیش کر دیا۔اسی طرح مالی امداد کے ساتھ ساتھ نواب بہاولپور نے مسلمانوں کے محسن کی سیاسی امداد بھی جاری رکھی اور مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ خطہ پاکستان حاصل کرنے کی کوششوں میں قائداعظم کا ہمیشہ ساتھ دیا۔اسی سلسلے میں کمشنر بہاولپور سید ہاشم رضا، نواب بہاولپور کے حوالے سے اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ نواب نے مہاراجگان جودھ پور اور جے پور کو بھی مملکت پاکستان سے الحاق کرنے کی ترغیب دی تھی اور ان کی ملاقات دہلی میں قائداعظم سے بھی کرائی یہ دونوں مہاراجے سردار پٹیل (۱۸۷۵ء - ۱۹۵۰ء) کے سیاسی طرز عمل سے نالاں تھے۔

قائداعظم نے انہیں سادہ کاغذ دیکر کہا جو شرائط چاہیں لکھ دیں ہم قبول کر لیں گے۔(۱۹)

اس بات کی اطلاع اس محکمے کے سیکریٹری وی۔پی مینن (۱۸۹۴ء - ۱۹۶۶ء) کو ہو گئی تو انہوں نے لارڈ ماونٹ بیٹن (۱۹۰۰ء - ۱۹۷۹ء) کی معرفت اُن راجاؤں کو راضی کیا' جس کے نتیجے کے طور پر ان ریاستوں کا الحاق پاکستان سے نہ ہو سکا۔ کیونکہ ہندوستان کے راجے مہاراجے ابھی تک انگریزوں کے اثر سے باہر نہیں نکلے تھے۔

قائداعظم بھی اس دوستی کو ہمیشہ قدر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور ریاست کے معاملات میں ہمیشہ نواب اور اُنکی حکومت کی پالیسیوں کی حمایت کرتے تھے اس سلسلے کا ایک واقعہ اس بات کی نشاندھی کرتا ہے کہ قائداعظم نے عوامی رجحانات کے برعکس ریاستی حکومت کی پالیسیوں کی حمایت کی۔ واقعات کے مطابق حکومت بہاولپور نے اپنی ریاست میں ہر قسم کی سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی ہوئی تھی۔ جو بہاولپور پبلک سوسائٹیز ایکٹ ۲۵ اپریل ۱۹۴۲ء کے نوٹیفیکیشن نمبر ۱۲۷۶ کی دفعہ ۴' شاہی فرمان ریاست بہاولپور کے تحت جاری ہوا "(ریاست بہاولپور) کے اندر کوئی سوسائٹی بھی (صوبائی حکومت) کی اجازت کے بغیر قائم نہیں کی جائے گی۔ اگر سوسائٹی کا وجود پہلے ہی سے قائم ہے تو وہ اسی تاریخ سے جبکہ یہ ایکٹ عمل میں آیا ہے (صوبائی حکومت) کی اجازت کے بغیر قائم نہیں رہے گی۔ جو کہ اس ایکٹ کے عمل میں آنے کی تاریخ کے تیس دن کے اندر اندر حاصل کر لینی چاہیئے۔" (۲۰) اس قانون کے تحت ریاستی حکومت نے برصغیر کی کسی سیاسی جماعت کو بھی ریاست کے اندر اپنی جماعت کی شاخ قائم کرنے کی اجازت نہیں دی۔ کیونکہ انکا خیال تھا کہ اگر مسلم لیگ کو اجازت دی گئی تو پھر ریاست کے ہندو کانگریس سے رجوع کریں گے اور اسطرح ریاست میں ان دونوں جماعتوں کیوجہ سے سیاسی تصادم ہو گا۔ جو ریاست کو گوارا نہ تھا۔ کیونکہ ریاست کی آبادی کی اکثریت مسلمان تھی اور اس دور میں برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت مسلم لیگ سے وابستہ تھی لہذا بہاولپور کے مسلمان کہاں پیچھے رہ سکتے تھے۔ آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ قائم ہوئی تو بہاولپور کے عبدالمجید خاکوانی ایڈووکیٹ اس تنظیم کے پہلے نمائندے مقرر ہوئے بعد میں اسکی مجلس عاملہ کیلئے بہاولپور کے انوارالرب گلزار کریمی کو بھی نامزد کیا گیا۔ (۲۱) لیکن ان تقرریوں سے بہاولپور کے عوام مطمئن نہ ہوئے آخر کار پیرزادہ محمد سلیم اسلم ایڈووکیٹ (۱۹۱۰ء - ۱۹۶۸ء) کی قیادت میں مسلم بورڈ کے نام سے ایک نئی جماعت معرض وجود میں آئی جس کے

جنزل سیکرٹری سلطان عبدالحمید (۱۹۰۸ء-۱۹۵۱ء) مقرر ہوئے- انہوں نے ریاستی حکومت کو مسلم لیگ کی شاخ قائم کرنے کی اجازت کے لئے درخواست دی- جو منظور نہ ہو سکی- چنانچہ اس سلسلے میں مسلم بورڈ کے جنرل سیکرٹری سلطان عبدالحمید نے ایک خط قائداعظم کی خدمت میں ۱۲ نومبر ۱۹۴۶ء کو ارسال کیا جس میں ریاستی حکومت کے طرز عمل کے بارے میں شکایت کی گئی تھی اور بابائے قوم سے اس بات کی بھی رائے لیناچاہی کہ کیوں نہ ریاستی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس تنظیم کا نام بدل کر بہاولپور اسٹیٹ مسلم لیگ رکھ لیا جائے کیونکہ اس معاملے میں آپ کی ہدایت انتہائی ضروری تھی- قائداعظم نے عوامی جذبات کے برعکس نواب بہاولپور کے ساتھ دوستانہ مراسم کے پیش نظر ریاستی قانون کا احترام کرتے ہوئے جواباً مختصر ٹیلی گرام ارسال کیا- جس کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں کہ "دوستانہ فضا میں حکومت سے مذاکرات کیے جائیں آپ کی کامیابی کا متمنی- جناح"(۲۲) اس طرح قائداعظم نے اپنے دوست حکمران کی ریاست میں موجود قانون کے احترام کی تلقین کی اور سفارش کرنے کی بجائے پارٹی کے عہدیداران سے کہا کہ وہ دوستانہ طریقے سے معاملات کو آگے بڑھائیں اور یہ کہ پارٹی کا دباؤ قبول کرنے سے اجتناب کیا-

ریاست کے الحاق کے سلسلے میں ایسا ہی دباؤ جب نواب بہاولپور پر کانگریسی زعماء کی طرف سے ڈالا گیا تو نواب نے بھرپور عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا- خاص طور پر قیام پاکستان سے کچھ عرصہ پہلے پنڈت جواہر لال نہرو (۱۸۸۹ء - ۱۹۶۴ء) کی ہمشیرہ وجے لکشمی پنڈت اور ایک کانگریسی رکن مہارانی امرت کور نے صادق گڑھ پیلس واقع ڈیرہ نواب صاحب میں ملاقات کے دوران نواب کو یہ پیش کش کی کہ آپ کے ساتھ ایک خصوصی معاہدہ کیا جاسکتا ہے- جو باقی ریاستوں کے ساتھ نہیں ہوگا اور آپکی آزادی و خود مختاری کو ہمیشہ کیلئے ضمانت حاصل ہوگی- نواب نے جواباً کہا "بہاولپور ایک مسلم ریاست ہے اور میں اس تجویز پر سوچ بھی نہیں سکتا-" (۲۳) ان دونوں خواتین نے لندن میں ایک انگریز دوست کے ہمراہ نواب بہاولپور سے ایک اور ملاقات کی اور اپنی سابقہ پیش کش کو دہرایا اور مزید مراعات دینے کیلئے بھی کہا- نواب نے واضح جواب دیتے ہوئے کہا

(۲۴) "Bahawalpur is a Muslim State I will accede to Pakistan"

حالانکہ اس سے قبل سر الیف کیرو جو وائسرائے ہند کے مشیر برائے امور خارجہ تھے نے بھی نواب بہاولپور سے دریافت کیا تھا کہ "اگر پاکستان بنا تو آپ کا مستقبل کیا ہوگا تو انہوں نے کہا میرا سامنے کا

دروازہ پاکستان میں کھلتا ہے اور پچھلا دروازہ راجپوتانہ میں اور ایک شریف آدمی اپنے سامنے کے دروازے سے ہی جانا پسند کرتا ہے۔(۲۵)

قائداعظم اور نواب بہاولپور کی دہلی میں چند ملاقاتوں کے بعد زیادہ ملاقاتیں کراچی میں ہوئیں۔ یہ اعزاز بھی امیر بہاولپور کی رہائش گاہ قصر الشمس واقع ملیر کو حاصل ہے۔ قائداعظم جب کراچی تشریف لاتے تو یہیں قیام فرماتے۔ قصر الشمس کے علاوہ دوسرا محل النجم ہے وہ قائداعظم کی قیام گاہ تھی وہیں انتقال اقتدار سے متعلق سب تیاریاں مکمل کی گئیں" قائداعظم جب گورنر جنرل بنے تو ہر جمعہ کی شام کو آکر النجم میں قیام فرماتے اور پیر کے دن صبح کو واپسی ہوتی وہاں کے کنوؤں کا پانی قائداعظم کو اتنا پسند آیا کہ وہی انکے استعمال کیلئے (گورنر جنرل ہاوس) کراچی لے جایا جاتا۔(۲۶)

قائداعظم اور نواب کے مراسم اس حد تک بڑھ چکے تھے کہ "قیام پاکستان سے قبل ہز ہائی نس نے ملیر میں ایک قطعہ اراضی بہ اصرار قائداعظم کو تحفے کے طور پر دیا"(۲۷)۔ قیام پاکستان کے موقع پر جشن آزادی کی تقریبات کے سلسلے میں قائداعظم نے اپنے محترم دوست کو لندن میں دعوت نامہ بھجوایا تھا۔ نواب اپنی ذاتی مصروفیات کی بنا پر اس تقریب میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن ۱۰ اگست ۱۹۴۷ء کو جب قائداعظم کراچی پہنچے تو اُن کی آمد سے پہلے نواب بہاولپور نے 'بیرون ملک سے' اپنے وزیراعظم اور اسٹیٹ کمانڈنگ جنرل مارڈن کو بذریعہ ٹیلی گرام حکم بھجوایا کہ " قائداعظم نئی معرض وجود میں آنے والی مملکت کے سربراہ بننے والے ہیں۔ جونہی وہ ملیر کراچی تشریف لائیں تو بہاولپور کی فرسٹ انفنٹری بٹالین کوٹھی کے گیٹ پر قائد کو گارڈ آف آنر پیش کرے اور بطور سربراہ مملکت انکا استقبال کیا جائے۔(۲۸) اس طرح ریاست بہاولپور اور اس کی افواج کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ قائداعظم کو سب سے پہلا رائل سلیوٹ اور گارڈ آف آنر پیش کیا علاوہ ازیں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظم کیلئے جو جلوس نکالا گیا" اُس میں آٹھ گھوڑوں کی بگھی 'چتر شاہی' شامیانہ 'گھوڑ سوار اور جانثار سب بہاولپور سے روانہ کیئے گیئے"۔(۲۹) اسی طرح قائداعظم لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ گورنر جنرل کا حلف اُٹھانے کیلئے تشریف لے گئے تو اُس وقت جو رولز رائس کار نمبر BWP.72 استعمال کی گئی وہ بھی نواب بہاولپور کی ہی تھی۔(۳۰) جبکہ بقول شہزادہ مامون الرشید اس وقت "حکومت پاکستان کے پاس کوئی گاڑی نہ تھی بابا (نواب بہاولپور) کو پتہ چلا تو انہوں نے دو رولز رائس گاڑیاں بھیج دیں ان کے لئے ڈرائیور نہ ملے تو

لیفٹیننٹ عبدالرحمٰن اور صوبیدار سچو خاں کو بھیجا گیا۔ تقریبات کے بعد قائداعظم نے گاڑیاں واپس بھجیں تو بابا نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ایک گاڑی آپ اور ایک گاڑی محترمہ فاطمہ جناح تحفہ میں قبول فرمائیں۔ قائداعظم جو کسی سے تحفہ قبول نہ کرتے تھے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔"(۳۱)

اسی طرح قیام پاکستان کے بعد جو فوری مالی مسائل درپیش تھے 'مثلاً کرنسی کی ضمانت' سرکاری اداروں کی تنخواہیں' اور ملک چلانے کیلئے مالی اعانت 'اس سلسلے میں ریاست بہاولپور نے پاکستانی کرنسی کی ضمانت دی' سرکاری اداروں کی تنخواہوں اور نظام مملکت کو چلانے کیلئے سات کروڑ روپے کی خطیر رقم فراہم کی۔(۳۲)

اس بات کا اعتراف قائداعظم نے لاہور ہائی کورٹ بار سے خطاب کے دوران کیا آپ نے فرمایا"ہمیں تو قلم کی سیاہی تک کیلئے ریاست بہاولپور نے امداد دی۔"(۳۳)

اس کے علاوہ جب مہاجرین کا ایک جم غفیر کسمپرسی کی حالت میں ریاست بہاولپور پہنچا تو آپ نے انہیں خوش آمدید کہا' انکی کفالت و روزگار کا بندوبست کیا' انکی آبادکاری کیلئے ریاست میں وزارت مہاجرین قائم کی اور اس ضمن میں ضروری فنڈز دیے۔ جبکہ پاکستان میں بحالی مہاجرین کیلئے قائداعظم کے ریلیف فنڈ میں پانچ لاکھ روپے دیے۔(۳۴)

علاوہ ازیں جب بھارت نے اپنی پاکستان دشمن پالیسی کی بنا پر زرمبادلہ روک لیا اور پاکستان جیسی نوزائیدہ مملکت کو انتظامی اور اقتصادی اعتبار سے مفلوج کرنے کی کوشش کی تو نواب بہاولپور نے "قائداعظم کی اپیل پر پاکستان کیلئے دو کروڑ روپے نقد اور ۲۲ ہزار ٹن گندم بطور امداد دی"(۳۵)

اس طرح جس حد تک ہو سکا ریاست بہاولپور نے جو اس وقت تک ایک علیحدہ مملکت تھی اپنی ہمسایہ اور دوست مملکت پاکستان کی دامے درمے سخنے مدد کی۔ اس کا تذکرہ وائن آئرس ولکاکس نے کچھ اس طرح کیا ہے کہ "پاکستان کے قیام کیلئے جب مالی امداد کی ضرورت تھی تو ریاستی حکمرانوں نے بہت زیادہ امداد کی۔ قلات اور بہاولپور کی حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں نے بھی اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جناح کی اپیل کے بعد ذاتی طور پر بہت زیادہ امداد دی گئی جو ریاستی خزانے کی بجائے حکمرانوں کی ذاتی ملکیت سے تھی۔ حالانکہ ریاستی خزانے کی کڑی نگرانی کی جا رہی تھی کہ اسے سیاسی اخراجات کیلئے استعمال نہ کیا جا سکے۔(۳۶)

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے فوراً بعد اس مملکت کو معاشی بد حالی سے بچانے کیلئے نواب بہاولپور نے جو ناقابل فراموش مالی اعانت کی وہ انکی خاندانی روایات کا اہم حصہ تھی- جیسا کہ اس سے پہلے اس ریاست کے حکمرانوں نے مغلوں' افغانوں اور انگریزوں کے ساتھ دوستی کی یادگار روایات نبھائیں تھیں-

تقسیم ہند کے وقت ریاست کے نواب کو خود بھی کئی دشواریوں کا سامنا تھا مثلاً دریائے ستلج کا منبع بھارت میں تھا جبکہ سلیمانکی ہیڈورکس' جس سے ریاست بہاولپور کو زرعی اراضی کیلئے پانی دستیاب ہوتا تھا' کی فراہمی بند ہونے کی صورت میں یہ اندیشہ موجود تھا کہ پوری ریاست کہیں صحرا میں نہ بدل جائے- اس صورت حال کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے جواہر لال نہرو نے لندن میں نواب کی رہائش گاہ سرے کاونٹی میں ملاقات کی اور ریاست کے ہندوستان سے الحاق کے صلے میں درج ذیل مراعات پیش کیں-

۱- امیر کے ذاتی استعمال کیلئے خالی (Blank) چیک-

۲- امیر کی ذاتی املاک واقع بمبئی' دہلی' پالم پور (کانگڑہ وادی) کی واپسی کی یقین دہانی-

۳- چولستان کی آبپاشی کیلئے بھاکڑہ ڈیم سے وافر مقدار میں پانی کی فراہمی- (۳۷)

نواب نے حسب سابق ان تمام مراعات کو مسترد کر دیا اور نہرو کے جانے کے بعد آپ نے اس ملاقات کی روئیداد صرف اپنے مہربان دوست قائداعظم کو بیان کی- (۳) اس بات کی تائید ۱۹۷۵ء میں پاکستان کے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے نواب عباس عباسی (۱۹۲۴ء-۱۹۸۸ء) کے گورنر پنجاب مقرر ہونے کے موقع پر ایک تہنیتی خط میں درج ذیل الفاظ میں کی- "ہم آپ کے والد کی ان خدمات کو تسلیم کرتے ہیں جو انہوں نے قیام پاکستان کے وقت بے پناہ دباؤ کے باوجود بہاولپور کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے فیصلے کے سلسلے میں کیں- (۳۹)

قیام پاکستان کے بعد ریاست میں ہندوؤں کے انخلا اور مسلمان مہاجرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا- ریاست کے ریلوے سٹیشن (سمہ سٹہ جنکشن) ہندو و سکھ افواج کی روانگی کا مرکز تھا اور ہندوستان سے آنے والے مسلمان فوجیوں اور مہاجرین کا مرکز بھی تھا- کیونکہ دونوں طرف سے لوگ لوٹ مار کا شکار تھے- لہذا اسٹیشن پر امن قائم کرنے کی غرض سے نواب نے وہاں ریاست کی فوج تعینات کر دی- اس دوران لوگوں کے مال واسباب کی ایک ٹرین دہلی سے بہاولپور (سمہ سٹہ اسٹیشن) پہنچی جس کا

کافی سامان آگ لگنے کیوجہ سے جل چکا تھا- سامان کی تلاشی کے دوران ایک بکس ملا جسکا کچھ حصہ جلا ہوا تھا جو حصہ بچ گیا تھا اس پر محمد علی جناح لکھا ہوا تھا- اس طرح چھان بین سے معلوم ہوا اس گاڑی میں قائداعظم کا سامان بھی تھا جو جلا دیا گیا- اسٹیشن پر متعین فوجی آفیسر میجر ملک محمد خاں نے اس کی رپورٹ امیر بہاولپور کو دی- نواب کو ہندوستانی حکومت کی انتظامی کوتاہی پر بہت غصہ آیا جس پر انہوں نے فوری حکم دیا کہ "جتنی بھی پیٹرول کی ٹرینیں کراچی سے پیٹرول لیکر دہلی جارہی ہیں سب کو روک لو"(۴۰) لہذا جب تک حالات معمول پر نہ آئے بھارت کو پیٹرول کی سپلائی عارضی طور پر بند کردی گئی- اس طرح نواب بہاولپور نے اپنے دوست و مہربان کا سامان جلانے پر اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا-

پاکستان سے الحاق کیلئے نواب صادق محمد کا ذہن بالکل صاف تھا اور انہوں نے الحاق کا فیصلہ بھی کر لیا تھا- کیونکہ وہ ظہور پاکستان کے وقت ریاست میں موجود نہ تھے اور الحاق سے متعلق معاملات دونوں مملکتوں' پاکستان اور بہاولپور کے درمیان طے ہو رہے تھے اسی وجہ سے الحاق کے اعلان میں تاخیر ہوئی- جس کی وجہ سے بدگمانیاں پیدا ہوئیں- اس سلسلے میں قائداعظم کی بھی خواہش تھی کہ ریاست بہاولپور پاکستان سے جلد الحاق کا اعلان کرے- کیونکہ ان کا خیال تھا کہ "یہ دوسری ریاستوں کیلئے رہنمائی ہوگی-"(۴۱)

علاوہ ازیں ریاست کی مستحکم زرعی حیثیت کے پیش نظر قائداعظم نواب بہاولپور سے اکثر کہا کرتے تھے "بہاولپور' پاکستان میں اناج کا ذخیرہ ہوگا-"(۴۲) بہر حال تین اکتوبر ۱۹۴۷ء کو نواب بہاولپور نے پاکستان سے الحاق کے معاہدے پر دستخط کر دیے جسے پانچ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قائداعظم کے دستخطوں سے منظور کیا گیا- اس معاہدے کی اہم شق پیراگراف آٹھ میں درج ہے جس میں "اس بات کی ضمانت دی گئی تھی کہ ریاست بہاولپور پر امیر بہاولپور کے حقوق و اختیارات حکمرانی جاری و ساری رہینگے-"(۴۳)

ریاست بہاولپور نے پاکستان سے الحاق کی خوشی میں یادگاری ڈاک ٹکٹ جاری کیا جس پر قائداعظم و نواب بہاولپور کی تصویریں تھیں- ۱۹۴۸ء میں نواب بہاولپور لندن میں تھے کہ انہیں قائداعظم کی علالت کی خبر ملی- اس سلسلے میں انہوں نے فوراً اپنے وزیر حضوری سعید ہاشمی کو بذریعہ ہوائی جہاز آپ کی خیریت معلوم کرنے کیلئے روانہ کیا- جنہوں نے زیارت پہنچ کر نواب کی طرف سے

تیمارداری کی قائداعظم نے بھی امیر بہاولپور کا تذکرہ محبت آمیز اور مسرت انگیز الفاظ میں کافی دیر تک کیا۔(۴۴)

جب قائداعظم کی صحت تدریے بہتر ہوئی اور انہیں زیارت سے کوئٹہ منتقل کیا گیا۔ تو ڈاکٹر کی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح قائداعظم کو کراچی جانے کیلئے رضامند کیا جائے۔ لیکن بلبائے قوم اسٹریچر پر گورنر جنرل ہاؤس نہیں جانا چاہتے تھے۔ مادرملت سے بھی سفارش کرائی گئی۔ آخرکار انہوں نے اس شرط پر حامی بھری کہ وہ گورنر ہاؤس کی بجائے نواب بہاولپور کی رہائش گاہ پر قیام کرنا پسند کریں گے لیکن مزید یہ بھی کہا کہ وہ گورنر جنرل کی حیثیت سے نواب بہاولپور کو اپنی رہائش گاہ عارضی طور پر انہیں (قائداعظم) دینے کیلئے ہرگز نہیں کہیں گے۔(۴۵)

اس صورت حال کے پیش نظر مادرملت نے لندن میں موجود نواب بہاولپور سے پاکستان ہائی کمیشن کے ذریعے ۳۰ اگست کو بذریعہ ٹیلی گرام رابطہ کیا جس کا جواب تین دن کے اندر ہی موصول ہوگیا۔ لیکن اس دوران قائداعظم کی طبیعت زیادہ خراب ہو جانے کے سبب بہاولپور ہاؤس کراچی جانے کا ارادہ بھی ملتوی کرنا پڑا۔ قائداعظم کی زندگی نے مزید وفا نہ کی اور اس طرح آپ نے ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ لندن میں اس خبر سے نواب بہاولپور کو دلی صدمہ ہوا۔ انہوں نے تعزیت کا پیغام بھیجا اور غائبانہ نماز جنازہ میں شرکت کی۔ کراچی میں ولی عہد ریاست بہاولپور اور شہزادہ ہارون الرشید نے قائداعظم کے نماز جنازہ میں شرکت کی۔(۴۶)۔

نواب بہاولپور جب پاکستان تشریف لائے تو اپنے مرحوم دوست اور ساتھی کی قبر پر ایصال ثواب کیلئے حاضری دی اور عقیدت کے پھول نچھاور کیے۔ قائداعظم کے انتقال کے بعد نواب محترمہ فاطمہ جناح کا اسی طرح احترام کرتے رہے۔ صدر محمد ایوب خاں (۱۹۰۷ء-۱۹۷۵ء) کے مقابلے میں جب فاطمہ جناح نے الیکشن لڑا تو "مادرملت کی انتخابی مہم کیلئے ایک لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔(۴۷) اس الیکشن کے دوران ایک اور واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ جب محمد ایوب خان مخدوم زادہ حسن محمود (۱۹۲۲ء- ۱۹۸۶ء) کی دعوت پر جمال الدین والی (ضلع رحیم یار خان) تشریف لے گئے تو یہاں انہیں یہ بتایا گیا کہ اگر وہ ہز ہائی نس کو مجبور کر کے ظہرانہ ان کے پیلس میں کھائیں تو لوگوں پر اس کا اچھا اثر پڑے گا۔ اور وہ سمجھیں گے کہ ہز ہائی نس محمد ایوب خان کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ ایوب خان نے نواب صاحب کو پیغام

بھجوایا- لیکن انہوں نے جواباً کہا کہ "آپ صدارتی امیدوار کی حیثیت سے دورہ کر رہے ہیں اگر میں نے آپ کو لنچ دیا تو مجھ پر یہ فرض ہو جائے گا کہ اسی شام میں مادر ملت کو بھی چائے پر بلواؤں-"(۴۸) اس کے باوجود محمد ایوب خان وہاں پہنچے لیکن نواب نے ملاقات سے انکار کر دیا اور کہلوا بھیجا کہ وہ بہت مصروف ہیں-

المختصر دونوں محترم شخصیات کے تعلقات میں خلوص و ایثار کا جذبہ موجود تھا- جہاں تک نواب بہاولپور کا تعلق ہے انہوں نے اپنے محترم و معزز دوست اور نئی وجود میں آنے والی مملکت پاکستان کیلئے جس حد تک ہو سکا تمام شعبوں میں مدد کی یہ امداد محض مالیاتی یا دفاعی امور تک محدود نہ تھی بلکہ انتظامی شعبوں میں بھی ریاست بہاولپور کے تجربہ کار افراد نے نوزائدہ مملکت کے مختلف اُمور کو سرانجام دینے میں اہم کردار ادا کیا- مثلاً چودھری محمد علی (۱۹۳۲ء - ۱۹۳۶ء) جو بعد میں پاکستان کے وزیراعظم بنے ریاست بہاولپور کے اکاؤنٹنٹ جنرل رہ چکے تھے- شجاعت علی حسنی بھی ریاست میں اکاؤنٹنٹ جنرل کے منصب پر فائز رہے جو بعد ازاں گورنر اسٹیٹ بنک آف پاکستان بنے- سر سکندر حیات خان اور مشتاق احمد گورمانی (۱۹۴۷ء - ۱۹۴۸ء) نے جن کا تعلق پنجاب سے تھا ریاست بہاولپور کے وزیراعظم کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں- اس کے علاوہ سر عبدالقادر (۱۸۹۴ء - ۱۹۵۰ء) جسٹس دین محمد (۱۹۳۷ء - ۱۹۴۷ء) اور شیخ احمد حسن نے ریاستی امور سرانجام دیے-

علاوہ ازیں اور بہت سے قابل افراد جنہوں نے قیام پاکستان میں اہم کردار ادا کیا تھا ریاست بہاولپور میں نظم و نسق سے منسلک تھے مابعد ان لوگوں نے استحکام پاکستان کیلئے گراں قدر خدمات سر انجام دیں-

قائداعظم بھی نواب بہاولپور کے ساتھ بہت محبت و شفقت کا مظاہرہ کرتے رہے وہ اس امر کا بخوبی اندازہ کر سکتے تھے- کہ نواب بہاولپور کا اس قدر قدیم ریاست کو پاکستان میں ضم کرنا ایک بہت بڑی قربانی ہو گی- شاید اس احساس کے پیش نظر انہوں نے بہاولپور کا پاکستان سے الحاق کرتے ہوئے کرنسی، خارجہ امور اور دفاع، حکومت پاکستان کو تفویض کرنے کا فیصلہ کیا جبکہ داخلی امور خود نواب بہاولپور کی تحویل میں رہنے دیئے- جس کے تحت ریاستی ہائی کورٹ سیکریٹریٹ، دیگر محکمہ جات، اور افواج بہاولپور نواب کی نگرانی میں دی گئی- اس کے علاوہ بہاولپور سول سروسز کا ضابطہ کار بھی علیحدہ رہا-

لہذا الحاق کے معاہدے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے قائداعظم نے قلم نواب بہاولپور کے ہاتھ میں تھما دیا ہو کہ جو چاہیں تحریر کر لیں۔ جہاں پاکستان کا قیام بابائے قوم کی مساعی جلیلہ کا ثمر عظیم تھا وہاں ریاست بہاولپور کا اس نوزائیدہ مملکت سے الحاق نواب صادق محمد خاں کی فہم و فراست کا بہترین نمونہ تھا۔ ان دونوں تاریخ ساز شخصیتوں نے اپنی اپنی جگہ عظیم الشان کردار ادا کیا اور پاکستان کی نسلیں اُن پر ہمیشہ عقیدت و تحسین کے پھول نچھاور کرتی رہیں گی۔ قائداعظم نواب بہاولپور کی صلاحیتوں کے اس حد تک معترف تھے کہ ایک دفعہ انہوں نے نواب بہاولپور کو "اپنا جانشین مقرر کرنے کا اظہار کیا لیکن نواب بہاولپور نے معذرت چاہی۔" (۴۹)

اگر ایسا ممکن ہو جاتا تو ہمارا ملک اُس آئینی بحران کا شکار نہ ہوتا جو خواجہ ناظم الدین (۱۹۴۸ء - ۱۹۵۳ء) کے گورنر جنرل کے منصب سے مستعفی ہونے اور بعد ازاں وزارت عظمیٰ کے عہدے سے بلاجواز علیحدہ کیے جانے سے پیدا ہوا جس کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱- Mughal, Muhammad Rafiq, Harappan Civilization, Recent Archaeological research in the Cholistan Desert, New Delhi, 1982.

۲- ظامی، بشیر احمد، چولستان اور سلاطین اسلامیہ کا عہد، الزبیر، بہاولپور نمبر، بہاولپور، ۱۹۹۴ء ص ۱۶۵-

۳- Punjab States Gazatteer; Vol xxxvi A, Bahawalpur State 1904, Lahore. 1908, p.48

۴- Croften, R.M. Report on the Administration of Bahawalpur State, for the year (1945-46), Lahore. 1947, p.1.

۵- ہاشمی، سعید، سوانح حیات صادق، لاہور، ۱۹۴۹ء، ص ۶۵-

۶- Croften, R.M. op. cit., p.7

۷- Ibid, p. 137.

۸- مخدوم زادہ، سید حسن محمود، میرا سیاسی سفر، لاہور ۱۹۸۶ء ص ۶۱-

۹- Khan, Naiz Muhammad, Let Punjab Speek, Lahore, 1970, pp. 10-11.

۱۰- شہاب، مسعود حسن، مشاہیر بہاولپور، بہاولپور، ۱۹۸۰ء، ص ۲۳-

۱۱- شہاب، مسعود حسن، بہاولپور کی سیاسی تاریخ، لاہور، ۱۹۷۷ء، ص ۶۱-

۱۲- انجم، زاہد حسین، انسائیکلوپیڈیا قائد اعظم، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۴۱۲

۱۳- شاہ، نذیر علی، قرآن کریم کا ایک تاریخی نسخہ، نخلستان ادب، قائداعظم نمبر، بہاولپور ۱۹۷۶ء ص ۲۸-

۱۴- قائداعظم پیپر، سیل فائل نمبر ۲۳۲، ص ۱-

۱۵- شاہ، نذیر علی، صادق نامہ، (مترجم صدیق طاہر) لاہور، ۱۹۷۱ء ص ۱۵-

۱۶- الوری، سید تابش، بہاولپور دوہری غلامی اور دوہری آزادی کی داستان ایک عہد ایک تاریخ، الزبیر، تحریک آزادی نمبر لاہور، ۱۹۷۰ء ص ۵۰۵-

۱۷- ایضاً، ص ۵۰۵-

۱۸- عباسی، محمد قمر الزماں، بہاولپور کا صادق دوست، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۳۰-

۱۹- رضا، سید ہاشم، عجیب خطہ الفت ہے ارض بہاولپور، الزبیر، بہاولپور نمبر، حوالہ سابقہ، ص ۶۶-

۲۰- افسوں، محمود علی، (۱۹۰۸-۱۹۵۵ء) Bahawalpur Code from گورنمنٹ پریس بہاولپور، ۱۹۶۷ء ص ص ۶۳، ۶۴-

۲۱- شہاب، مسعود حسن، حوالہ سابقہ، ص ۱۲۲-

۲۲- ایضاً، ص ۱۲۶-

۲۳- روزنامہ، جاگ، سنڈے میگزین، قلزم، صادق دوست نمبر، ۲۴ مئی ۱۹۹۵ء احمد پور شرقیہ، ص ۲-

۲۴- ایضاً، ص ۲-

۲۵- شہاب، مسعود حسن، مشاہیر بہاولپور، ص ۲۶-

۲۶- صدیقی، صدر الدین احمد، نوابوں اور راجوں کے دلچسپ واقعات بھولی بسری یادیں، اردو ڈائجسٹ فروری ۱۹۷۸ء ص ۱۲۶-

۲۷- عباسی، شہزادہ مامون الرشید، انٹرویو- الزبیر، سہ ماہی، شمارہ ۴، بہاولپور، ۱۹۹۰ء ص ۶۱-

۲۸- انجم، زاہد حسین، حوالہ سابقہ، ص ۴۱۳-

۲۹- عباسی، شہزادہ مامون الرشید، حوالہ سابقہ، ص ۶۱-

۳۰- روزنامہ جاگ، بحوالہ سابقہ، ص ۲-

۳۱- عباسی، شہزادہ مامون الرشید، بحوالہ سابقہ، ص ۶۱-

۳۲- روزنامہ جاگ، بحوالہ سابقہ ص ۶-

۳۳- ایضاً، ص ۶

۳۴- شہاب، مسعود حسن، بحوالہ سابقہ، ص ۲۸-

۳۵- ہفت روزہ یاور، احمد پور شرقیہ، ۲۲ مئی ۱۹۸۹ء-

۳۶- Wilcox, Wayne Ayres, Pakistan the Consolidation of a Nation, New Yark, 1963, p 50.

۳۷- Auj, Nurul Zaman Ahmad, Legacy of Cholistan, Lahore, 1995, p7.

۳۸- Ibid., p 202.

۳۹- Ibid., p 272.

۴۰- عباسی، محمد قمر الزماں، بغداد سے بہاولپور تک، لاہور، ۱۹۸۷، ص ۱۱۶-

۴۱- شہاب، مسعود حسن، بہاولپور کی سیاسی تاریخ، ص ۱۴۸-

۴۲- صدیقی، صدر الدین احمد، بحوالہ سابقہ، ص ۱۲۶-

۴۳- شہاب، مسعود حسن، بہاولپور کی سیاسی تاریخ، ص ۱۴۳-

۴۴- ہاشمی، سعید، بحوالہ سابقہ، ص ۸۰-

۴۵- ربانی، خالد محمود، قائداعظم کے آخری پچاس دن اور انکے معالج، لاہور، ۱۹۸۹ء ص ۳۲-

۴۶- ہاشمی، سعید، بحوالہ سابقہ، ص ۸۱-

۴۷- ہفت روزہ سیرت، لاہور ۲۲ مارچ ۱۹۷۰ء

۴۸- ایضاً-

۴۹- انجم، زاہد حسین، بحوالہ سابقہ، ص ۴۱۳-

☆☆☆☆☆☆☆☆